Fikr-o-Nasar (Islamabad) 28-29:4,1-2 (1991)

# اندلس اور علامہ اقبال

ڈاکٹر محمد ریاض

کوئی نصف یا پون صدی پہلے تک اندلس (Andalus) کی مسلم ثقافت اور اس کے یورپ اور ورائے یورپ پر اثرات کے بارے میں دنیا بھر میں تحقیقات ہوتی رہیں مگر اس دوران زیر بحث علاقے کے باشندے خاصا تعصب برتنے لگے اور منفی مباحث پر اتر آئے۔ اب وہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا تصرف نہ ہوتا تو الاندلس دیگر مغربی ممالک کی طرح زیادہ ترقی کر جاتا۔ وہ اب اپنی اس تاریخ پر متوجہ ہیں جو نئی دنیا امریکہ کی دریافت سے آغاز پذیر ہے یعنی ۱۴۹۲ء سے : اس سال مسلمانوں کا الاندلس سے اخراج ہوا تھا۔ وہ مسلم اقتدار کی آٹھ میں پانچ صدیوں کو اہل اندلس کے معاشی زوال کا دور بتاتے ہیں۔ مگر یہ امر مسلمہ ہے کہ اندلسیوں کے علم و ہنر، اور ان کے ادب اور شعر و فلسفہ کی ترقی مسلمانوں کی ہی مرہون منت ہے۔ ان ہی کی تاثیر سے تیرھویں صدی عیسوی تک اس سر زمین میں تھامس اکیناس اور الیغیری دانتے منصۂ شہود پر آئے جن پر عالم مغرب کو ناز ہے۔

ایک دوسری بحث عربوں اور بربروں کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ الاندلس پر بربروں کا عربوں سے زیادہ اثر پڑا۔ فاتح اندلس طارق بن زیاد کے لشکر میں کہتے ہیں کوئی تین ہزار عرب تھے مگر بربروں کی تعداد سات ہزار تھی۔ طارق سے ایک سال بعد موسی بن

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

نصیر وارد اندلس ھوا ۔ اس کا لشکر بھی عرب اور بربر مسلمانوں پر مشتمل تھا ۔ اس میں بھی بربر زیادہ تھے ۔ بعد میں بھی بربر تعداد میں زیادہ رھے اور ان میں باکمال افراد بھی تھے (۱) ۔ عرب اور بربر کی یہ بحث مسلمانوں کے لئے موجب کشش نہیں ۔ اسلام نے بربر ، عرب اور دیگر افراد کو ملت واحد بنا دیا ۔ وہ جو بھی تھے ، اساساً مسلمان تھے : ان ھذہ امتکم امة واحدة وانا ربکم فاعبدونِ (۲) ۔

علامہ محمد اقبال ایک فرد ھی نہیں ، ایک دبستان اور ایک مکتب فکر بھی ھیں ۔ حکیم الامت کی نظر تاریخ عالم پر مرتکز رھی ۔ بالخصوص تاریخ اسلام کا ماضی اور حال ان کے زیر مطالعہ رھا اور وہ مستقبل کے حقیقت نگر ,,پیش رس ،، بھی تھے ۔ اپنی نظم ,,مسلم ،، میں وہ اپنا موقف یوں واضح کرتے ھیں :

آشکارا ھیں مری آنکھوں پہ اسرار حیات
کہہ نہیں سکتے مجھے نو میدِ پیکار حیات
ھاں یہ سچ ہے چشم بر عہد کہن رھتا ھوں میں
اھل محفل سے پرانی داستان کہتا ھوں میں
یاد عہد رفتہ مری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے
سامنے رکھتا ھوں اس دور نشاط افزا کو میں
دیکھتا ھوں دوش کے آئینے میں فردا کو میں (۳)

اندلس کا عہد اسلامی ، یہاں کا علم و ھنر اور یہاں کے اشخاص و آثار وغیرہ کا مطالعہ اقبال شناسی کے اھم ، عمیق اور وسیع موضوعات میں سے ایک موضوع ہے ۔ اس مضمون کے ذریعے ھم بالواسطہ اور اجمالاً اسلامی اندلس کا مطالعہ کرتے ھیں ۔ اس مطالعے کی اساس اقبالیاتی حوالوں پر ہے ۔

## جغرافیہ اور تاریخ :

زمانہ وسطیٰ میں اندلس سے مراد جزیرہ نمائے آئی بیریا رہا ہے یعنی اس وقت کا سپین اور پرتگال ، سپین ، سپانیہ یا ھسپانیہ مترادف الفاظ ھیں ۔ سپین اسلامی اور مسیحی مناطق میں بٹا رہا ۔ مسلمان مصنفین ,,مسلم سپین " کو الاندلس کہتے رہے ھیں ۔ اندلس ایک مدت تک سپین، پرتگال اور جنوبی فرانس پر مشتمل رہا ۔ اس کی سرحدیں گھٹتی بڑھتی رہی ھیں ۔ احمد المقری (۴) نے سپین کو مرکزی ، مغربی اور مشرقی حصوں میں منقسم کیا ہے ۔ مرکزی حصے کے قرطبہ ، غرناطہ اور طلیطلہ اور مغربی منطقے کے اشبیلیہ اور جبر الٹر ( جبل الطارق ) نام کے مقامات تاریخ اسلام میں زیادہ مذکور دکھائی دیتے ھیں ۔

سپین پر خنیقیوں ، یونانیوں اور قرطاجنوں کی حکومت رہی ۔ دوسری سے پانچویں صدی عیسوی تک اس ملک کے حاکم رومی تھے ۔ بعد کی دو صدیوں میں وحشی قبائل یہاں طالع آزمائی میں مشغول رہے ۔ ان میں ایک قبیلہ گاتھ کہلاتا تھا ۔ اسلامی فتوحات کے آغاز کے وقت اس کی حکمرانی تھی ۔ اس وحشی قبیلے کی سفاکیوں کی داستانیں سن کر مسلمان سپین پر حملہ آور ہوئے تاکہ خلق خدا کو عذاب و اذیت سے نجات دلا سکیں (۵) ۔

مسلمانوں کی فتح اندلس خلیفہ ولید بن عبدالملک اموی (۷۰۵ ـ ۷۱۵ ء ) کے عہد سے متعلق ہے ۔ اس مہم کو اس کے مامور شمالی افریقہ کے حاکم موسیٰ بن نصیر نے سر کیا ۔ اسکے عہد حکومت ( ۷۰۸ ـ ۷۱۴ ء ) سے قبل سپین کے یہودیوں اور عام باشندوں کی حالت ابتر تھی ۔ موسیٰ نے حملہ کرنے کا عزم جزم کیا ۔ ۹۱ ھ / جولائی ۷۱۰ ء میں اس نے طریف نام کے اپنے ایک غلام کی سرکردگی میں کوئی پانصد افراد کا ایک دستہ سپین کے جنوبی ساحل تک پہنچایا تاکہ

وهاں کے حالات و اوضاع معلوم کرے ۔ اس مقام کو ,,طریفه،، کہا جانے لگا ۔ ان افراد نے تصدیق کی که وهاں کے لوگ بے حد ضجـرت اور عسرت کی زندگی گذار رهے هیں ۔ موسی نے اگلے سال (۹۲ ھ/ ۷۱۱ء ) ایک بربر جرنیل طارق بن زیاد کو ساٹھ هزار افراد کی بربری فوج کے ساتھ سپین پر حمله کرنے کے لئے روانه کیا ۔ طارق آبنائے سے گذر کر ساحل سپین کی اس پہاڑی کے نزدیک فروکش هوا جو جبل الطارق ( جبـرالٹر ) سے موسوم ہے ۔ اس یادگار مقام پر کشتی سوزانی کا معروف واقعه پیش آیا ۔ طارق نے وادی بکه میں حاکم سپین رزریق (راڈرک ) کی ایک لاکھ فوج کو شکست فاش دی ۔ (۱۹ جولائی ۷۱۱ء ) اور اس کے بعد کئی دوسرے مقامات فتح کر لئے جیسے قرطبه اور طلیطله ۔ علامه اقبال نے طارق بن زیاد کی کشتی سوزانی کے واقعے کو ایک سراپا ایجاز قطعے میں قلم بند کیا ہے:

طارق چوبر کناره اندلس سفینه سوخت
گفتند کار تو به نگاه خرد خطاست
دوریم از سواد وطن باز چوں رسیم ؟
ترک سبب زروئے شریعت کجا رواست ؟
خندید ودست خویش به شمشیر برد و گفت
هر ملک ملک ماست که ملک خدائے ماست (٦)

پیام مشرق کے اصل مسودے میں چوتھے مصرع پر یه حاشیه مرقوم ہے: ترک الاسباب جهالة ، شرح عقائد نسفی ۔ یه حواله اقبال کے ایک مضمون میں بھی وارد ہے ۔ پوری عبارت اس طرح ہے : ,,ترک الاسباب جهالة واعتماد علیها کفر (۷) ،، ۔

طارق بن زیاد کا اندلس پر حمله اور ان کا فتح یاب هونا غیر معمولی واقعات میں سے ہے ۔ قلیلِ جمعیت کے ساتھ اجنبی

زمین پر غنیم کے جم غفیر کے ساتھ نبرد آزمائی ایک صبر شکن کام ہے۔ مگر جس شخص نے دشمن کی سر زمین میں وارد ہونے والی کشتیاں جلا دی ہوں۔ اس کے آهنی عزم کے سامنے کوئی مرحلہ صعب و دشوار نہ تھا ۔ وہ تائید ایزدی سے سراپا قدر و اختیار بنے ہوئے تھے۔ مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے (علم الکلام اور الکلام مسعود پبلشنگ ہاؤس کراچی ۱۹٦۴ء ص ۳۵ ) کہ انسانوں کا مجبور تقدیر ہونا اگر کوئی مسئلہ تھا تو صحابہ کرام اس پر کیوں سوچتے نہ رہے اور دشمنوں کی حوصلہ شکن قوتوں کو کس طرح پے در پے ہزیمت سے دوچار کرتے رہے؟ علامہ اقبال نے بھی اپنی شاہکار کتاب ,,جاوید نامہ ،، کے فلک مشتری میں جبر کے خلاف ایسی هی دلیل دی اور طارق بن زیاد کے محیّر العقول حملۂ اندلس کی طرف اشارہ کیا :

جبر طارق عالم برهم زند
جبر مابیخ وبن ما برکند

البتہ بعد میں مسودے میں ترمیم کر کے انہوں نے طارق کی بجائے حضرت خالد بن ولید کا حوالہ دے دیا ۔

جبر خالدؓ عالمے برهم زند
جبر مابیخ و بن ما بر کند

یعنی خالد ( یا طارق ) مجبور ہوتے ہوئے دنیا کو ہلا کے رکھ دیتے هیں جبکہ هم مجبوری کے بہانے اپنا هی زیاں کرتے رہتے هیں ۔

طارق بن زیاد نے وادی بکہ میں راڈرک کے معسکر عظیم پر ٹوٹ پڑنے سے پہلے اپنی مختصر فوج سے خطاب کیا ۔ اس نے هر مسلمان کی طرح خدائی استعانت اور استمداد کے لئے دل کی گہرائیوں سے

دعا بھی مانگی تھی ۔ علامہ اقبال نے اس دعا کو ایک قطعے میں اس طرح مجسم کیا ہے کہ وہ جذبہ جہاد کا مرقع بن گئی اور مومن کی نیایش و بندگی کا مظہر بھی ۔ قطعے کے دو بند ھیں جن کا قافیہ و ردیف متفاوت ہے :

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
جنھیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشـــنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت ، نہ کشور کشائی
خیاباں میں ہے منتظر لالہ کب سے
قبا چاھیے اس کو خون عرب سے
کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا
خبر میں ، نظر میں ، اذان سحر میں
طلب جس کی صدیوں سے تھی زندگی کو
وہ سوز اس نے پایا انھیں کے جگر میں
کشاد در دل سمجھتے ھیں اس کو
ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں
دل مرد مومن میں پھر زندہ کر دے
وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لاتذر (۸) میں
عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہ مسلماں کو تلوار کر دے (۹)

۹۳ ھ/۷۱٦ء میں موسی بن نصیر اٹھارہ ہزار کے ایک عسکر کے ساتھ اندلس میں وارد ہوا ۔ اس عرب لشکر نے اشبیلیه اور مارده کے علاقے فتح کئے ۔ احمد المقری کے بقول طارق اور موسیٰ کی ملاقات طلیطله میں ہوئی تھی ۔ سرقسطه کی تسخیر کے موقع پر موسیٰ کو خلیفه کافرمان موصول ہوا که وہ اور طارق دارالخلافه دمشق لوٹ آئیں ۔ موسیٰ نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو سپین کے مفتوحه علاقوں کا حاکم مقرر کیا اور خود مع طارق دمشق آ گیا ۔ موسیٰ کے جانشینوں نے جلد ہی الاندلس کو تماماً مسخر کر لیا تھا ۔ یہاں کے حکام دارالخلافه دمشق سے متعین ہوتے تھے یا قیروان کے نیم مختار والی انھیں مامور کرتے تھے ۔ ۱۳۲ ھ/۷۴۹ء میں امویوں کا اقتدار ختم ہوا اور خلافت عباسیه کا آغاز ہوا ۔ ایک اموی نوجوان **عبدالرحمٰن** کسی طرح اندلس پہنچ گیا جو چند سال بعد وہاں کا حاکم بن گیا ۔ اس حاکم نے امیر کا لقب اختیار کیا اور اندلس کی خلافت امیه کا بانی بنا ۔ ۷۷۳ء سے اس نے خلیفه عباسی کا نام سکه و خطبه سے خارج کروا دیا ۔ خلافت اموی اندلس کا بانی تاریخ میں **عبدالرحمٰن** الداخل کہلاتا ہے ۔ اس نے ۳۳ سال تک ( ۷۵٦ ـ ۷۸۸ء ) نہایت شان و شکوہ کے ساتھ حکومت کی ۔

### عبدالرحمٰن الداخل اور اقبال

عبدالرحمٰن بن معاویه بن ہشام الداخل کا ننھیال بربری قبیله نفره تھا ۔ وہ ایک زبردست شاعر تھا بلکه اندلس کے عربی ادب میں لطیف رومانی جذبات سے معمور شاعری کا بانی بھی وہی تھا ۔ بنو عباس نے اسے ہجرت اختیار کرنے اور اعزه و اقارب اور اپنی آبائی سر زمین سے دور ہو جانے پر مجبور کر دیا تھا ۔ یہی وجه ہے که وہ احساس غربت کا شکار اور اپنے نخل و نخلستان کو یاد کرتا رہا ۔

,,درخت نخیل ،، اس کے محبوب تھے ۔ وہ ان سے محب وار مخاطب ہوتا ہے۔ اس کے ایک تخاطب کو علامہ اقبال نے آزادانہ اردو نظم میں ڈھالا ہے ۔ عبدالرحمٰن اول نے یہ قطعہ اس وقت کہا جب اس نے دارالحکومت قرطبہ کے باغ ,,منیة الرصافہ ،، مین کھجور کا درخت نشوونما پاتے دیکھا :

تبدت لنا وسط الرصافة نخلة

تناءت بأرض الغرب عن بلد النخل

فقلت شبیهی فی التغرّب و النّوی

وطول اکتئابی عن بنی وعن أهلی

نشأت بأرض انت فیها غریبه

فمثلک فی الاقصاء والمنتأی مثلی

سقتک غوادی المزن فی المنتأی الذی

یسع ویستمری السماکین بالوبل(۱۰)

یعنی : باغ منیة الرصافہ کے بیچ میں میرے سامنے ایک کھجور کا درخت ہے جو ارض مغرب میں آ کر کھجور کی سر زمین سے دور ہو گیا ہے۔ میں نے کہا تو میری هی طرح ہے۔ غربت اور جدائی میں (اور) اهل و اولاد سے طویل دوری میں ( هم ایک سے هیں ) ۔ تو نے ایسی سرزمین میں پرورش پائی جهاں تو اجنبی ہے ۔ دوری اور جدائی میں تیری مثال مجھ سی ہے۔ دعا ہے کہ صبح کے بادل تجھے بارش سے سیراب کریں ۔ ( تیری سیرابی ) اس بارش سے هو جو مسلسل هوتی ہے اور جسے سماکاں ستارے نچھاور کرتے هیں ۔

علامہ اقبال نے مذکورہ چار شعروں کو ایک قطعے کی صورت میں ڈھالا ہے جس کے دو بند هیں ۔ پہلا ترجمہ ہے اور دوسرا اقبال کا توضیحی عمل ہے ۔ حضرت علامہ کو عبدالرحمٰن الداخل کی حب

وطن کے ساتھ ساتھ اس کی عالمگیریت پسند تھی ۔ جو ناقدین اقبال کے اسلامی پیغام عالمگیریت کو جذبہ حب وطن کے منافی بتاتے ھیں ، وہ اس قطعے کو بغور پڑھیں ۔ :

,,عبدالرحمٰن اول کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت ، سر زمین اندلس میں " ۔

یہ اشعار جو عبدالرحمٰن اول کی تصنیف سے ھیں ، تاریخ المقری میں درج ھیں ۔ مندرجہ ذیل اردو نظم ان کا آزاد ترجمہ ہے ( درخت مذکور مدینۃ الزہرا میں بویا گیا تھا )

میری آنکھوں کا نور ہے تو
میرے دل کا سرور ہے تو
اپنی وادی سے دور ھوں میں
میرے لئے نخل طور ہے تو
مغرب کی ہوا نے تجھ کو پالا
صحرائے عرب کی حور ہے تو
پردیس میں ناصبور ھوں میں
پردیس میں ناصبور ہے تو
غربت کی ہوا میں بار ور ھو
ساقی تیرا نم سحر ھو
عالم کا عجیب ہے نظارہ
دامان نگہ ہے پارہ پارہ
ھمت کو شناوری مبارک
پیدا نہیں بحر کا کنارہ
ھے سوز دروں سے زندگانی
اٹھتا نہیں خاک سے شرارہ

صبح غربت میں اور چمکا
ٹوٹا ھوا شام کا ستارہ
مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے
مومن کا مقام ہر کہیں ہے » (۱۱)

عبدالرحمٰن الداخل کی شاعری میں فخر و مباہات اور حقیقت سے اقرب تعلی ملتی ہے۔ وہ صقر ( شاھین) کا عاشق و مداح بھی تھا ۔ اس کی کئی شاعرانہ ادائیں علامه اقبال کو بھائی ھوں گی ۔

عبدالرحمٰن کی اولاد نے اندلس کا انصرام خوش اسلوبی سے کیا۔ البته نویں صدی عیسوی کے دوران امیر عبداللہ (۸۸۸ ـ۹۱۲ء) کے عہد میں بقول ابن خلدون (۱۲) عربوں، بربروں اور اندلسی مسلمانوں کے اختلافات شدت اختیار کر گئے ـ اس کے بیٹے عبدالرحمٰن ثالث نے البته حالات کو بہتر بنایا ـ اس نے امیر کے بجائے امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا ـ وہ الناصر لدین الله کہلاتا ہے ـ (۳۰۰ـ۳۵۰ھ/ ۹۱۲ ـ ۹۶۱ء) ـ وہ ، اس کا بیٹا حاکم ثانی (المستنصر باللہ (۳۵۰ ـ ۳۶۶ھ/۹۶۱ـ۹۷۶ء) اور ھشام ثانی المؤید باللہ (۹۷۶ ـ ۱۰۱۰ء) کا وزیر مختار حاجب محمد المنصور (وفات ۳۹۲ھ/ ۱۰۰۲ء) اندلس اور اس کے اطراف میں ,,آئین جوانمردی" کی سرپرستی کے سلسلے میں بھی ممتاز رھے ھیں ـ اس آئین یا تحریک کا مختصر ذکر بعد میں آئے گا ـ

گیارھویں صدی عیسوی میں الاندلس افتراق اور بدنظمی کا شکار ھونے لگا ـ کئی حکمران خاندان ملوک ، الطوائف کی صورت میں میدان میں آ گئے ـ مسلمانوں کی پراگندگی سے عیسائیوں نے بھی سوء استفادہ کیا ـ لیون کے عیسائی حکمران فرڈیننڈ اول نے ۱۰۵۵ء میں بعض مسلم مناطق ھتھیا لئے ـ ان مناطق میں اشبیلیه بھی شامل تھا ـ چند سال بعد (۱۰۸۶ء) شمالی افریقه کا بربری حاکم یوسف بن

تاشفین ( ۴۵۳ ـ ۵۰۰ ھ /۱۰۶۱ ـ ۱۱۰۷ء ) جسے خلیفه عباسی نے امیر المسلمین کا لقب دیا تھا ، اھل اشبیلیه کی استعانت اور داد رسی کے لئے بارہ ہزار کے ایک لشکر کے ساتھ آ پہنچا ـ اشبیلہ کے عبادی خاندان کا حاکم المعتضد ( ۱۰۴۲ ـ ۱۰۶۹ء ) اس سے قبل الفونسوششم کا باجگزار بن چکا تھا۔ الفونسو ششم نے ۱۰۶۵ء میں اقتدار حاصل کیا اور ۱۰۸۶ء تک کئی مسلم مناطق فتح کر گیا ـ یوسف بن تاشفین نے اسے شکست دی مگر وہ واپس شمالی افریقه چلا گیا ـ ادھر عبادی حکمرانوں نے نااھلی دکھائی ـ ان میں سے ایک شاعر حاکم معتمد بن عباد ( ۴۶۱ ـ ۴۸۸ ھ/ ۱۰۶۹ ـ ۱۰۹۶ء ) پابند سلاسل بھی رھا ـ ۱۰۹۱ء میں یوسف بن تاشفین واپس اندلس آیا اور حکومت اسلامی کو سہارا دیا ـ اس نے سلسله مرابطون کو اندلس کی حکمرانی میں دخیل کیا مگر اس کے جانشین کم مایه ثابت ہوئے ـ ۱۱۴۵ء میں الموحدون نے ان کی حکومت ختم کر دی ـ

اوپر حاکم اشبیلیه معتمد بن عباد کا ذکر آیا ہے ـ اس کی ,,حبسیات،، مشہور ھیں ـ اس کی زندانی نظمیں تاریخ المقری میں بھی شامل ھیں ـ علامه اقبال نے ذیل کی توضیح کے ساتھ اس کی نظم کا ترجمه ,,بال جبریل ،، میں شامل کیا ہے ـ قید خانه میں معتمد کی فریاد ـ معتمد اشبیلیه کا بادشاہ اور عربی شاعر تھا ـ ھسپانیـه کے ایـک حکمـران (۱۳) نے اس کو شکست دے کر قید میں ڈال دیا تھا ـ معتمد کی نظمیں انگریزی میں ترجمه ھو کر ,,وزڈم آف دی ایسٹ سیریز،، میں شائع ھو چکی ھیں ـ

اک فغاں بے شرر سینے میں باقی رہ گئی
سوز بھی رخصت ھوا جاتی رھی تاثیر بھی
مرد حر زنداں میں ہے بے نیزہ و شمشیر آج
میں پشیماں ھوں ، پشیماں ہے مری تدبیر بھی

خود بخود زنجیر کی جانب کھنچا جاتا ہے دل
تھی اسی فولاد سے شاید مری شمشیر بھی
جو مری تیغ دودم تھی ، اب مری زنجیر ہے
شوخ و بے پروا ہے کتنا خالق تقدیر بھی

اس قسم کے جذبات کی حامل معتمد کی ایک حبسیاتی نظم کا اقتباس ملاحظہ ہو :

غریب بارض المغربین اسیر
سیبکی علیہ منبر و سریر
وتند بہ البیض الصوارم والقنا
وینھل دمع بینھن غزیر
مضی زمن والملک مستانس بہ
واصبح منہ الیوم وھو نفور
برای من الدھر المضلل فاسد
می صلحت للصالحین دھور
اذل بنی ماء السماء زمانھم
وذل بنی ماء السماء کبیر
فیا لیت شعری ھل ابین لیلۃ
امامی وخلفی روضۃ و غدیر
بمنبتہ الزیتون مورثۃ العلا
تغنی حمام او ترن طیور
بزاھر ھا السامی الذی جادہ الحیا
تشیر الثریا نحونا ونشیر
ویلحظنا الزاھی وسعد سعودہ
غیورین والصب المحب غیور

تراہ عسیرا لا یسیراً منالہ

الا کل ماشاء الالہ یسیر (۱۴)

اوپر ذکر ہوا کہ المرابطون کی حکومت الموحدون کے ہاتھوں ختم ہوئی ـ الموحدون کی تحریک کا بانی امام محمد غزالی ( ۵۰۵ ھـ/ ۱۱۱۱ ء ) کا ایک معنوی تلمیذ ابو عبداللہ محمد بن تومرت (۴۷۰ھـ ـ ۵۲۱ ھـ/ ۱۰۷۸ ـ ۱۱۲۷ء ) تھا ـ اس کی انقلابی تحریک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت پر مبنی تھی ـ کہا جاتا ہے کہ اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا ـ ہزارہا لوگوں نے اس کے دعویٰ کو تسلیم کیا اور اس کے زمرہ مریدین میں شامل ہو گئے ـ اس کے حلقہ اثر میں بربروں کی کثرت تھی ـ اس کے پیروؤں نے ساٹھ ستر سال تک عمدگی سے حکومت کی پھر اندلس طوائف الملوکی کا شکار ہو گیا ـ

محمد ابن تومرت پانچویں صدی ھجری کے آخری ربع میں (۴۷۵ھـ کے لگ بھگ) سوسی (مراقش ) میں پیدا ہوئے ـ ان کا مدفن نینفال ہے ـ وہ بدعات کے خلاف تھے ـ ان کے تقویٰ اور روحانیت سے اثر پذیر ہو کر لوگ انھیں ,,مہدی ،، کہتے رہے ـ انھوں نے اندلس کی سیاحت کی اور اپنی تقاریر کے ذریعے لوگوں کے دل موہ لئے ـ انھوں نے اندلس اور مشرق کے ایشیائی اور افریقی بلاد جیسے بغداد ، دمشق، اسکندریہ اور قاہرہ میں کسب علم کیا ـ امام محمد غزالی سے دوران سفر ھی انھیں شرف تلمذ حاصل ہوا ـ دوران سفر عبدالمومن نام کے ایک معمولی اور اجنبی شخص سے ان کی ملاقات ہوئی ـ یہ ان کا مرید اور بعد میں خلیفہ بنا ـ اس عبدالمومن نے الموحدون کی مدد سے شمالی افریقہ اور اندلس میں حکومتیں قائم کیں ـ اقبال ابن تومرت کے جوش بیان کی روایات ، ان کی قوت فیصلہ کی اصابت ،

ان کی عمل پسندی اور توحید آموزی کی تعلیمات کے بارے میں پڑھ کر ان سے متاثر ہوئے تھے۔

غرناطہ میں بنو نصر کی حکومت با اثر رہی (۱۲۳۲ء سے ۱۴۹۲ء) مگر بالآخر متاخر مسلمان حکام کی نا اہلی اور بعض امراء کی غداری کی بنا پر ۲ ربیع الاول ۸۹۷ھ مطابق جنوری ۱۴۹۲ء سے اندلس پر مسلمانوں کا کوئی آٹھ سو سالہ اقتدار ختم ہو گیا۔ علامہ اقبال نے ۱۹۰۸ء میں جزیرہ صقلیہ یا سسلی کے پاس سے گذرتے ہوئے یہاں کی اسلامی تہذیب کے مٹ جانے پر آنسو بہائے تھے۔ اس مرثیہ ملی کے چار میں سے پہلے تین بند اس طرح ھیں۔

رولے اب دل کھول کر اے دیدہ خوننابہ بار
وہ نظر آتا ہے تہذیب حجازی کا مزار
تھا یہاں ھنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی
بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی
زلزلے جن سے شہنشاھوں کے درباروں میں تھے
بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے
اک جہاں تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور
کھا گئی عصر کہن کو جن کی تیغ ناصبور
مردہ عالم زندہ جن کی شورش قم سے ہوا
آدمی آزاد زنجیر توھم سے ہوا

غلغلوں سے جن کی لذت گیر اب تک گوش ہے
کیا وہ تکبیر اب ھمیشہ کے لئے خاموش ہے؟

---

آہ اے سسلی، سمندر کی ہے تجھ سے آبرو
رھنما کی طرح اس پانی کے صحرا میں ہے تو

زیب تیرے خال سے رخسار دریا کو رہے
تیری شمعوں سے تسلی بحر پیما کو رہے
ہو سبک چشم مسافر پر ترا منظر مدام
موج رقصاں تیرے ساحل کی چٹانوں پر مدام
تو کبھی اس قوم کی تہذیب کا گہوارہ تھا
حسن عالم سوز جس کا آتش نظارہ تھا

---

نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد پر
داغ رویا خون کے آنسو جہاں آباد پر
آسماں نے دولت غرناطہ جب برباد کی
ابن بدروں کے دل ناشاد نے فریاد کی (۱۵)
غم نصیب اقبال کو بخشا گیا ماتم ترا
چن لیا تقدیر نے وہ دل کہ تھا محرم ترا (۱٦)

۱۹۰۹ء میں لکھے جانے والے ,,ترانہ ملی" میں بھی اقبال نے سسلی، اندلس اور سارے عالم مراقش (مغرب) میں اسلامی تعلیمات کے فروغ پذیر ہونے کا اشارہ کیا ہے:

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا
اے گلستان اندلس، وہ دن ہیں یاد تجھ کو
تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا

لیکن ۱۹۳۳ء کے اوائل میں ,,اجڑے ہوئے گلستان اندلس" کو دیکھ کر ان کے احساسات ۱۹۰۸ء کے سے رقت بار ہوئے ۔ اپنے قطعے ,,ہسپانیہ" (ہسپانیہ کی سرزمین میں لکھے گئے، واپس آتے ہوئے) میں انہوں نے لکھا:

ھسپانیہ تو خون مسلماں کا امیں ہے
مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ھیں
خاموش اذانیں ھیں تری باد سحر میں
روشن تھیں ستاروں کی طرح ان کی سنانیں
خیمے تھے کبھی جن کے ترے کوہ و کمر میں
پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حنا کی ؟
باقی ہے ابھی رنگ مرے خون جگر میں
کیونکر خس و خاشاک سے دب جائے مسلماں
مانا وہ تب وتاب نہیں اس کے شرر میں
غرناطہ بھی دیکھا مری آنکھوں نے ، ولیکن
تسکین مسافر نہ سفر میں نہ حضر میں
دیکھا بھی دکھایا بھی ، سنایا بھی سنا بھی
ہے دل کی تسلی نہ نظر سے نہ خبر میں (۱۷)

جیسا کہ اشارہ ھوا، اقبال نے دو ملوک شاعر عبدالرحمٰن الداخل اور ابن عباد کا ذکر کیا ۔ اس کے علاوہ انھوں نے شمالی افریقہ کے ,,مہدی،، ابو عبداللہ محمد ابن تومرت کا (۵۲۱ ھ/۱۱۲۷ء ) کا ذکر کیا ۔ اندلس میں الموحدون کی حکومت ۱۱۳۵ء میں اس کے مرید عبدالمومن نے قائم کی تھی ۔ اقبال نے اپنے چھٹے خطبے ,,ھیئت اسلامی میں اصول حرکت ،، ( اجتہاد ) میں دو جگہ اس تلمیذ غزالی کی اجتہادی کوششوں کا ذکر کیا اور ان مساعی کا انعکاس معاصر کتب میں موجود ہے :

,,بدعات کے مصلح عظیم محمد بن عبدالوھاب ... کی طبیعت اور خیالات کا رنگ بھی وھی تھا جو امام محمد غزالی کے شاگرد محمد ابن تومرت ، یعنی بدعات کے اس بربر مصلح کا جس کا ظہور

اسلامی اندلس کے عہد زوال میں ہوا اور جن کی بدولت اس میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی ۔

کہا جاتا ہے کہ اسلامی مغرب (۱۸) کے مہدی محمد بن تومرت نے جس کی قومیت بربر تھی ، جب اقتدار حاصل کیا اور موحدین کی زبردست حکومت قائم کی ، تو حکم دیا کہ بربر چونکہ ایک ناخواندہ قوم ہیں ، لہذا ان کی خاطر سے قرآن مجید کا ترجمہ اور تلاوت بھی بربری زبان ہی میں کی جائے ۔ اذان بھی بربری ہی میں ہو ، حتی کہ علماء و فضلا بھی اس کی تحصیل کریں » ۔ (۱۹)

ابن تومرت کی مصلحانہ سرگرمیوں کو اقبال نے ایک معنی خیز شعر کے ذریعے خراج پیش کرنا چاہا ہے ۔ ان کی کتاب جاوید نامہ کے فلک زھرہ میں محمد احمد مہدی سوڈانی (و ۱۸۸۵ء) کی زبانی یہ شعر خطاب بہ اسم عرب ملتا ہے :

خاک بطحا خالدے دیگر بزاے
نغمہ توحید را دیگر سراے

یعنی اے وادی مکہ مکرمہ کی سر زمین کسی دوسرے خالد بن ولید کو بھی جنم دلوا ( اور ) نغمہ توحید کو پھر سے الاپ ۔ جاوید نامہ کے مسودے کی پہلی صورت میں خالد کی جگہ ابن تومرت کا نام تھا یعنی :

خاک بربر ، ابن تومرتے بزاے
نغمہ توحید را دیگر سر اے

اس سے واضح ہے کہ اقبال کی نظر میں ابن تومرت کی بغایت اھمیت تھی ۔

**تحریک جوانمردی یا آئین جوانمرداں :**

اس امر کو مستشرقین بھی بیان کرتے رہے کہ اسلامی اندلس نے ,,آئین جوانمرداں،، کو وسعت دی اور یورپ میں اسے دور و نزدیک ہر

کہیں رواج دیا ۔ جوانمردی کے کئی نام ہیں : اخیت ، فتوت ، فروسیت ، عیاری ، شطاری اور کئی دوسرے کلمات اسی تحریک کے دوسرے نام ہیں ۔ یہ تحریک آداب تصوف کے شبیہ تھی اور پہلی صدی کے اواخر سے تیرھویں صدی ھجری کے اوائل تک ایران ، ترکی اور عرب ممالک کے کئی مناطق میں اس کا تداول رہا ہے۔ رفاہ عامہ کے امور کی انجام دہی ، شاھسواری اور آداب حرب سے آگاھی ، برادرانہ ، مرد وزن تک کا عفت آمیز اختلاط ، جرأت و شہامت کا اظہار اور اعلی اخلاق اپنانا ، آئین جوانمردی کے اجزا رہے ہیں ۔ اسلامی اندلس ان آداب کے لئے معروف ہوا ۔ ہم نے اس سے قبل اندلس کے امراء اور وزراء کی جوانمردی دوستی کا اشارہ کیا ہے : عبدالرحمن سوم الناصر لدین اللہ ، حکم دوم المستنصر باللہ اور حاجب المنصور کی مساعی کے نتیجے میں قرطبہ ، اشبیلیہ اور غرناطہ آئین جوانمردی کے معروف مراکز تھے ۔ ان مراکز میں عیسائی امرا و اعیان کی اولاد بھی تربیت حاصل کرتی تھی ۔ تواریخ میں فرڈی نینڈ پنجم سے نبرد آزما ہونے والا شجاع شاھسوار موسی بن ابی الغفران اور یوسف بن تاشفین ,,فتیان ،، کے طور پر معروف ہیں ۔ صلیبی جنگوں کے زیر اثر بھی آئین جوانمرداں اندلس اور مغرب کے دیگر ممالک میں مروج ہوئے ۔ اندلس نے اسلامی مشرق سے اثر قبول کیا مگر بعض امور میں مشرق ، اندلس کی طرف مقلدانہ ملتفت ہوا ۔ جوانمردی کے سلسلے میں یہ نکتہ قابل ذکر ہے عباسی خلیفہ ابو العباس نے بھی الناصر لدین اللہ کا لقب اختیار کیا ( ۵۷۵ ۔ ٦٢٢ ھ ) اور وہ آداب جوانمردی کا عامل ہی نہیں ، مروج بھی رہا ہے ۔ چنانچہ اس کے معاصر اور متأخر کئی مسلم حکام نے بھی یہ آداب اپنائے تھے ۔ (۲۰) اندلسیوں کی جوانمردی اور شہامت کے اشارات علامہ اقبال کی نظم ,,مسجد قرطبہ ،، میں ملتے ہیں ۔

آہ وہ مردان حق ، وہ عربی شہسوار
حامل ,,خلق عظیم ،، صاحب صدق و یقین
جن کی حکومت سے ہے فاش یہ رمزِ غریب
سلطنت اہل دل فقر ہے ، شاہی نہیں
جن کی نگاہوں نے کی تربیت شرق و غرب
ظلمت یورپ میں تھی جن کی خرد راہ بیں
جن کے لہو کی طفیل آج بھی ہیں اندلسی
خوش دل و گرم اختلاط ، سادہ و روشن جبیں
آج بھی اس دیس میں عام ہے چشم غزال
اور نگاہوں کے تیر آج بھی ہیں دل نشیں
بوئے یمن آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے
رنگ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے (۲۱)

## اندلسی ارباب کمال کا انعکاس

علامہ اقبال نے اندلس کے ارباب کمال کے ساتھ بخوبی اعتنا کیا ہے۔ ایسا کرنا طبیعی تھا کیونکہ وہ عالم اسلام سے مربوط ہیں ۔ ان کی تصانیف عربی میں ہیں اور آج قارئین کو ان کے موطن اصلی کا علم تک نہیں ہوتا ۔ ان میں سے ذیل کے ناموں کا خطبات اقبال میں کئی بار ذکر آیا ہے : ابن حزم ، ابن رشد ، شیخ اکبر ابن عربی ، امام شاطبی اور ابن خلدون ۔

## تاریخ و ماحول سے اعتنا

علامہ اقبال نے ذہناً اندلس کی تاریخ اور وہاں کے مغربی عربی ماحول سے غیر معمولی وابستگی دکھائی ۔ ان کی نثر و نظم اسی لئے آئینہ اندلس بن گئی ۔ ۱۹۰۸ء کے لگ بھگ انہوں نے نظم ,,بلاد اسلامیہ ،، لکھی جس میں مدینہ منورہ ، قسطنطنیہ ، دلی و جہاں آباد اور بغداد کے علاوہ سر زمین قرطبہ کو بھی خراج عقیدت پیش کیا ہے:

ہے زمین قرطبہ بھی دیدہ مسلم کا نور
ظلمت مغرب میں جو روشن تھی مثل شمع طور
بجھ کے بزم ملت بیضا پریشاں کر گئی
اور دیا تہذیب حاضر کا فروزاں کر گئی
قبر اس تہذیب کی یہ سر زمین پاک ہے
جس سے تاک گلشن یورپ کی رگ نمناک ہے (۲۲)

مندرجہ بالا اشعار والا بند مذکورہ نظم میں سب سے مختصر ہے مگر اس میں ایک جہان معنی سمویا ہوا ہے : قرطبہ دنیا کے مسلمانوں کے لئے مقدس و محترم ہے کیونکہ اس مرکز میں تہذیب اسلامی کا نشوونما ہوا ۔ مغرب بداعمالی ، بداعتقادی اور جہالت کی بنا پر ایک ظلمت کدہ تھا ۔ اسے جن مراکز اسلامی نے بقعۂ نور بنایا اور اسے علم و تہذیب سے مالا مال کیا ، ان میں اسلامی اندلس کا کوئی ساڑھے سات سو برس تک دارالحکومت رہنے والا شہر قرطبہ ممتاز ہے ۔ اندلس کی اسلامی ہیئت گو مرور ایام سے ختم ہو گئی مگر قرطبہ کے قبیل کے مراکز اسلامی نے مغربی دنیا کی نشأۃ ثانیہ کا سامان فراہم کر دیا ۔ علامہ اقبال کے منقولہ تین اشعار میں ایک ضخیم کتاب کا مواد مضمر ہے ۔ بہر حال ، قابل توجہ بات یہ ہے کہ قرطبہ ایک نہایت خوش فضا اور پاک ہوا شہر تھا ، ایک خوش منظر دریا وادی الکبیر اس دامن کوھسار میں گھرے ہوئے شہر کے پاس سے گذرتا ہے ۔ مسلمانوں کے عہد میں اس شہر کی آبادی دس لاکھ نفوس سے کم نہ ہوئی ۔ اکثر مکانات یہاں سنگ مرمر کے بنتے رہے ۔ شہر چوبیس میل لمبا اور چھ میل چوڑا تھا ۔ رات میں روشنیوں کا ایسا انتظام تھا کہ گویا چراغاں کا سماں ہو ۔ صفائی اور پانی کی نکاسی کا خاطر خواہ انتظام تھا ۔ مساجد، حماموں ، مدارس،

مکانـوں اور دکانـوں کا سلیقہ بندی سے جال بچھایا گیا تھا ۔ مسافر خانے اور کاروان سرائے کافی تھے ۔ نلوں کے ذریعے پہاڑوں پر سے پانی بہم پہنچایا جاتا تھا ۔ پانی کے فوارے اور باغ بے حد دلکش تھے ۔ مضافات شہر میں نزہت گاہیں بنائی گئی تھیں ۔ پانی کے دلکش تالاب ہر کہیں موجود تھے ۔ سلاطین و امرا کے مساکن کی کیفیت سراپا تعجب انگیز تھی ۔ یورپ میں قرطبہ کی کیفیت ایسی تھـی جیسے ریاستہائے بالکان میں وینہ کی ۔ دسـویں صدی عیسوی تک قرطبہ میں سات سو کتب خانے اور نو سو عمومی حمام بن چکے تھے ۔ جراحوں ، معماروں اور ماہر خیاطوں کی ایک بڑی تعداد اس شہر میں آ بسی تھی ۔ مشہور مقام مدینۃ الزہرا قرطبہ کے جنوب میں تین میل کے فاصلے پر واقع ہے ۔

قرون وسطی تک یورپ ایک عمومی ظلمت کدہ تھا ۔ ہم کوئی بھی معتبر ماخذ دیکھیں ، یورپ کی ہمہ گیر پسماندگی اس سے عیاں ہو گی ۔ دوسری طرف یہ بات بھی چنداں توضیح طلب نہیـں کہ اندلس کی عربی اسلامی تہذیب نے اہل مغرب کو بیدار کیا اور وہ مسلمانوں کی فراہم کردہ علمی راہنمائی کے زیر اثر موجودہ ترقیات سے مالا مال ہونے لگے ۔ اقبال نے مثنوی ,,مسافر،، میں لکھا ہے :

حکمت اشیا فرنگی زاد نیست
اصل او جز لذتِ ایجاد نیست
نیک اگر بینی مسلماں زادہ است
ایں گہر از دست ما افتادہ است
چوں عرب اندر اروپا پرکشاد
علم و حکمت را بنا دیگر نہاد
دانہ آں صحرا نشیناں کاشتند
حاملش افرنگیاں برداشتند

این پری از شیشه اسلاف ماست
باز صیدش کن که او از قاف ماست
لیکن از تهذیب لادینے گریز
زانکه اوبا اهل حق دارد ستیز
فتنه ها این فتنه پرداز آورد
لات و عزی در حرم باز آورد (۲۳)

یعنی حکمت اشیا (سائنس ) اهل مغرب کی پیدا کردہ نہیں ۔ اس کی بنیاد لذت ایجاد کے ماسوا کچھ نہیں ۔ غور سے دیکھو تو یہ مسلمانوں کی ایجاد ہے ۔ یہ موتی ہمارے ہاتھ سے ہی گرا ہے ۔ عربوں نے جب یورپ کو مستقر بنایا تو انہوں نے علم و حکمت کی ایک اساس و بنیاد رکھی ۔ دانہ ان صحرا نشینوں نے بویا ، فصل سے یورپ والے مستفید ہوئے ۔ یہ پری (شراب) ہمارے آبا و اجداد کی بوتل سے ہے ۔ اسے پھر شکار کرو کیونکہ وہ ہمارے کوہ قاف کی ہے ۔ لیکن لادین تہذیب سے اجتناب کرو کیونکہ اس کا اہل حق سے مبارزہ ہے ۔ یہ فتنہ گر تہذیب فتنے پیدا کرتی ہے ۔ لات و عزیٰ کے اصنام حرم اسلامی میں دوبارہ لے آتی ہے ۔

یہاں بے محل نہ ہو گا اگر ہم اندلسی علماء کے ان کارناموں اور علمی فتوحات کی طرف اشارہ کر دیں جن کے زیر اثر مغربی دنیا کا نیا سانس شروع ہوا اور جن کے اشارے اشعار اقبال کے متضمن ہیں ۔

علم ہیات و نباتات : قرطبہ اور طلیطلہ میں علم ہیات کے رصد خانے قائم ہوئے ۔ عبدالرحمن ثانی کو علم ہیئت سے بہت دلچسپی تھی اور اس نے رصد خانوں کی سرپرستی کی ۔ گیارھویں اور بارھویں عیسوی صدیوں کے دوران اندلس میں علم نجوم نے بہت ترقی کی ۔ زرکلی ( ۴۲۰ ۔ ۴۸۰ ھ ) کی اس موضوع پر کتاب اور

اس کی بنائی ہوئی اصطرلاب اور ستارہ شناسی کے آلات معروف ھیں ۔ زرکلی نے خط نصف النہار مدار آفتاب اور موسمی تغیرات کی وجوہ معلوم کرنے کی ابتدائی کوششیں کیں ۔

علم کیمیا کے سلسلے میں یہی نکتہ کافی ہے کہ کلیات فی الطب کا لاطینی ترجمہ کولیجیٹ ، کے عنوان سے ۱۴۹۰ء میں مکمل ھوا اور ادویہ ونباتات کے خواص کے بارے میں یہ کتاب صدیوں تک یورپ میں متداول رھی ۔ اس کا مصنف مشہور فلسفی ابن رشد ہے اور لاطینی مترجم پاروان ۔ کلیات فی الطب مصنف کی ایک کتاب ہے ۔ وہ اس موضوع پر ۱۵ دوسری کتابوں کا بھی مصنف ہے ۔ اھل اندلس و مراقش نے حیوان پروری سے بھی اعتنا کیا ۔ گھوڑے اور بھیڑ بکریاں وہ نہایت ذوق و شوق سے پالتے رھے ۔ امور کاشت سے بھی انھوں نے اعتنا کیا ۔ عبدالرحمن الداخل کو درخت کاری اور باغات لگوانے سے بہت دلچسپی تھی ۔ اس کے دور سے قرطبہ اس معاملے میں ممتاز ھوا ۔ دسویں صدی عیسوی میں غرناطہ بھی درختوں اور جڑی بوٹیوں کے تنوع کے معاملے میں معروف ھوا ۔ قادس کے ایک طبیب نے جڑی بوٹیوں کی انواع و اقسام یکجا کرنے کا بڑا اھتمام کیا تھا (۲۳) ۔

علم فلاحت میں اشبیلیہ کے ابن عوام کی کتاب ,,الفلاحۃ،، معروف ہے ۔ چھٹی صدی ھجری کے اس مصنف نے زمین کے خواص ، کھاد کی اھمیت ، آبیاری کے اصولوں ، شجرکاری ، پیوند کاری اور درختوں کی پیدائش کے بارے میں علمی بحثیں کیں اور اپنے ذاتی تجربے بھی لکھے ھیں ۔

**علم طب :** ابن رشد کی طب شناسی کا اشارہ اوپر ھو چکا ۔ اس نے تریاق ، بخار اور سموم پر رسالے لکھے ۔ اندلس کے اطبا نے فن جراحی اور ھڈیوں کی شکست بندی میں بڑی حذاقت دکھائی ۔ ابو

القاسم خلف قرطبی ( و ۱۱۰۷ء ) نے آنکھوں کے موتیا کے آپریشن، تصفیۂ خون اور مثانے کی پتھری نکالنے کے کامیاب تجربے کئے ۔ اس کی کتاب ,,التیسیر ،، پندرھویں صدی میں لاطینی میں ترجمہ ھو کر شائع ھو گئی تھی ۔ابن زھیر اشبیلیہ کا رھنے والا تھا ( و ۱۱۶۲ء ) ۔ اس نے جسم میں قوت مدافعت پیدا کرنے والی ادویہ بنائیں اور استخوان بندی کے طریقے بتائے ۔ ابن الخطیب اندلسی ( و ۷۷۶ ھ ) نے طاعون ، جذام اور آنکھوں کی کئی بیماریوں کا علاج بتایا ۔ عبدالرحمن سوم نے روم مشرقی میں لکھی جانے والی بعض مفید کتابوں کے عربی ترجمہ کروائے ۔ اس کے طبیب خاص ابو القیس کا فن جراحی پر لکھا ھوا رسالہ بہت اھم مانا جاتا ہے۔ کہتے ھیں کہ یہ جدید فن جراحی کی بنیاد بنا ہے (۲۵) ۔

فلسفہ : اندلسی فلاسفہ میں ابن باجہ ، ابن طفیل، ابن حود اور ابن رشد بہت معروف ھیں ۔ عبدالرحمن ثانی کے دور میں ابو عبیدہ مسلم، ابن یحیی قرطبی اور ابو القاسم سلمۃ کے سے فلاسفہ پیدا ھوئے۔ ابن رشد فلسفہ یونانی کا شارح تھا ۔ معاصر مسلمانوں نے اس کے فلسفے کی مخالفت کی مگر اس کی فکر اب بھی محکم مانی جاتی ہے۔ ابن باجہ اور ابن طفیل نے فلسفے کو مزید داستانوں کی صورت میں لکھا ۔ ان کے فلسفے کی تعلیمی اھمیت بھی ہے۔ چنانچہ فرانسیسی مفکر روسو نے ان کا انداز اپنایا تھا ۔ ابن عربی کے فلسفیانہ عارفانہ افکار بھی اھل مغرب کے لئے الہام بخش رھے ۔ اندلس کے قرن حاضر کے محقق آسن پلاکیوس نے اپنی کتاب ,,اسلام (۲۶) اور ڈیوائن کمیڈی،، میں مفصل شواھد کی مدد سے ثابت کیا ہے کہ اطالوی شاعر الیغیری دانتے (و ۱۳۲۱ء) کی ڈیوائن کمیڈی اسلامی مصنفین کے زیر اثر تکمیل پذیر ھوئی ۔ بالخصوص ابن عربی کے رسائل اور الفتوحات المکیہ کا اس پر غیر معمولی اثر ہے۔

**ادبیات :** اندلسی شاعری نے فرانس ، اٹلی اور جرمن شاعری کو متاثر کیا ـ یہ اثرات سنجیدہ اور لوک شاعری دونوں پر مشہود ھیں ـ ابن حزم کا ذکر ھو چکا ـ وہ شاعری میں ایک نئے اسلوب کا بانی ہے اس کی مثنوی ,,طوق الحمامة ،، معروف ہے ـ اس کی اخلاق آموز شاعری نے اھل مغرب کو کافی متاثر کیا ہے ـ لندن یونیورسٹی کے استاد عربی الیگزنڈر سگین گیپ نے لکھا ہے کہ اندلسی شاعری نے مغرب کی سب زبانوں کی شاعری کو متاثر کیا اور یہ اثرات آئرلینڈ اور اسکنڈینیویا کے ادب میں بھی منعکس ھیں ـ (۲۷) اندلسی شعراء یوں بھی موشح اور زجل کے مخترع ومبرع ھیں ـ اس اسلوب کی مصر میں بھی پیروی ھوئی مگر یورپی اقوام کو یہ بہت ھی راس آیا ـ موشح ایسا قصیدہ یا قطعہ ( نظم ) ہے جو ساز وآھنگ کے ساتھ پڑھا جائے ـ اس کی خاص ھیئت ھوتی تھی ـ موشحات کا تداول تیسری صدی ھجری میں ھوا ـ ,,زجل،، خوشی کے نغمے تھے ـ انھیں محافل رقص و سرور میں پڑھتے تھے ـ ابن خلدون نے اپنے مقدمے میں ان موضوعات شعری سے بحث کی ہے (۲۸) ـ

**جغرافیہ اور تاریخ :** حقائق و عبر سے معمور ان علوم کو پڑھنے اور سیر و سیاحت کرنے کی قرآن مجید نے ترغیب دلائی ہے (۲۹) ـ مسلمان عالمی تجارت اور سیاحت کے دلدادہ رھے ھیں ـ ادریس کے نقشہ عالم اور جغرافیائی معلومات کا صدیوں تک چرچا رھا ـ اس نے یہ کتاب حاکم سسلی راجر دوم کے لئے لکھی تھی ـ امریکہ کے کاشف کرسٹوفر کولمبس کے بارے میں مشہور ہے کہ ,,نئی دنیا ،، کے لئے اسے آمادہ سفر کرنے والے مصنفین میں اس نے ابن رشد کا نام بھی لکھا تھا (۳۰) ـ اندلس کے مورخین میں ابن آبار مصنف کتاب المعجم اور ابن بشکوال ( و ۵۸۷ ھـ ) مصنف کتاب ,,الصلة ،، معروف ھیں ـ متأخر مصنفین میں احمد بن محمد مکاری ممتاز ہے ـ

اس کی کتاب میں تاریخی واقعات کے علاوہ ادب کا بھی بیان ہے۔ عنوان ہے : منتخبات ادبیة من تاریخ و ادب العرب فی اسبانیا۔

**فنون لطیفه** : اندلس فن معماری کے اعلی نمونوں کے لئے ممتاز ہے۔ اشبیلیه کا شاهی محل ایک قابل دید عمارت ہے۔ وهاں کے محل ,,الحمرا ،، کو عالمی شہرت حاصل ہے۔ اسے عبدالرحمن ناصر نے مدینه الزهرا میں اپنی زوجه زهرا کی یادگار کے طور پر بنوایا تها۔ سسلی ( صقلیه ) کی تعمیرات نے اٹلی اور فرانس کے فن معماری پر اثرات ڈالے۔ مسجد قرطبه کا ذکر بعد میں هو گا۔ اندلس هاتهی دانت کی ظریف اشیاء بنانے میں بهی معروف رها ہے۔ لکڑی پر نقش بنائے جاتے رہے اور کاشی کاری بهی نہایت دلاویز تهی۔

**عمرانی اور سیاسی علوم** : عالم اسلام کے بہت بڑے ماهر عمرانیات ابن خلدون کا معنوی تعلق شمالی افریقه اور مشرقی ممالک عربی سے زیادہ اندلس سے ہے۔ اس کی تین جلدی تاریخ سراپا کتاب عبرت و بصیرت ہے۔ مگر اس کا مقدمه ایک نہایت پر مغز دستاویز ہے۔ یه مقدمه دانش و حکمت کا مرقع ہے اور اس میں جمله معاصر علوم و فنون در آئے هیں۔ اس نے یونانی افکار کا طلسم توڑا ، تاریخ کو ذریعه علم بتایا اور اسے فلسفه و تفکر سے لاینفک قرار دیا۔ اس نے معاشی امور کی اهمیت سمجهائی۔ سیاست میں اس کی گفتار کلمات قصار کا حکم رکهتی ہے جیسے : ,,حکومت ایک بڑے تاجر کی سی ہے۔ اسے چاهیے که اپنا منافع لوگوں میں برابر برابر تقسیم کرے۔ اسی مساوات سے حیات عمرانی کی بقا اور نظم و امن وابسته ہے۔ جب عدم مساوات آ جائے تو حکومت کی بنیادیں متزلزل هو جاتی هیں ،،۔ سیاسیات میں مسلمانان اندلس دوسروں سے پیچهے نه تهے۔ اپنی فراست اور حسن خلق سے مسلمان دیار مغرب میں اپنا اقتدار صدیوں تک مستحکم رکهه سکے۔ غیر مسلم مورخوں نے بهی

لکھا ہے کہ اسلامی اندلس میں غیر مسلم اقلیتوں مثلاً مسیحیوں کو وہ حقوق میسر تھے جو وھاں کی عیسائی حکومتیں انھیں نہ دے سکیں ـ اندلس کی اسلامی حکومتوں نے عامة الناس کو ہر قسم کی مستحسن آزادی سے بہرہ ور کر رکھا تھا (۳۱) ـ

ان اشارات سے مترشح ہے کہ اندلس کے مسلمانوں نے ایک خاصہ مثالی معاشرہ قائم کر رکھا تھا ـ اس معاشرے کا نقطہ ماسکہ یا دارالحکومت قرطبہ تھا ـ ان توضیحات سے علامہ اقبال کا وہ خراج تحسین مجسم ہو جاتا ہے جو انھوں نے قرطبہ اور اندلس کی اسلامی تہذیب کو پیش کیا ہے ـ اقبال کا شاعرانہ اعجاز ایسا ہے کہ وہ اشارے اشارے میں مسئلے کے ہر پہلو کو واضح کر دیتے ھیں ـ مثلاً بال جبریل حصہ دوم کی غزل ۱۳ انھوں نے قرطبہ میں لکھی ـ اس کے آخری شعر میں انھوں نے قرطبہ کی آب و ھوا کی خوبی کی طرف بلیغ اشارہ کر دیا ـ اقبال اس وقت ۵۵ برس کے تھے مگر یہ غزل واقعی طور پر جوش جوانی کی مظہر معلوم ہوتی ہے :

یہ حوریان فرنگی ، دل و نظر کا حجاب
بہشت مغربیاں ، جلوہ ھائے پابرکاب
دل و نظر کا سفینہ سنبھال کر لے جا
مہ وستارہ ھیں بحر وجود میں گرداب
جہاں صوت و صدا میں سما نہیں سکتی
لطیفہ ازلی ہے فغان رنگ ورباب
سکھا دئے ھیں اسے شیوہ ھائے خانقہی
فقیہہ شہر کو صوفی نے کر دیا ہے خراب
وہ سجدہ روح زمین جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ھیں منبر و محراب

سنی نہ مصر و فلسطین میں وہ اذاں میں نے
دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشہ سیماب
ہوائے قرطبہ شاید یہ ہے اثر تیرا
مری نوا میں ہے سوز و سرور عہد شباب (۳۲)

## علامہ اقبال کا سفر ہسپانیہ

علامہ اقبال نے مسلمانان ہند کے نمائندے کے طور پر دوسری ( ۷ ستمبر تا یکم دسمبر ۱۹۳۱ء ) اور تیسری ( ۱۷ نومبر تا ۲۴ دسمبر ۱۹۳۲ ء ) گول میز کانفرنسوں میں شرکت کی ۔ ان کا پروگرام تھا کہ تیسری کانفرنس کے بعد اسلامی اندلس کے آثار دیکھیں گے ۔ اس مقصد کے لئے وہ ۳۰ دسمبر ۱۹۳۲ء کو لندن سے روانہ ہوئے ۔ وہ پہلے پیرس گئے ۔ وہاں انھوں نے مشہور فلسفی ہنری برگساں ( ۱۸۶۰ ۔ ۱۹۴۱ء ) سے ملاقات کی جو ان سے ملاقات کرنے بطور خاص اپنے گاؤں سے پیرس آیا تھا ۔ پیرس میں مختصر مدت کے قیام کے بعد اقبال ہسپانیہ کے لئے روانہ ہوئے ۔ انھوں نے اسپینش ۔ انگلش دان ایک لڑکی کو بطور سیکرٹری اپنے ساتھ رکھا تھا ۔ اسے غلطی سے لوگوں نے علامہ کی بیٹی قرار دیا مگر اس کی وجہ اس لڑکی کی اقبال سے ارادت تھی ۔ ۲۹ مئی ۱۹۳۳ء کے ایک مکتوب میں اقبال عطیہ بیگم فیضی کو لکھتے ہیں :

,, ... اسپین میں میری پرائیویٹ سیکرٹری نے ، جو ایک انگریز خاتون تھی ، کچھ عرصہ میرے ساتھ رہنے کے بعد اپنا رویہ تبدیل کر لیا اور روزمرہ کے معمول میں بالکل ایک مرید کی طرح میری خدمت کرنا شروع کر دی ۔ میں نے اس کے اس یک لخت رویے کو محسوس کر کے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا کہ اس راز کا اس پر انکشاف ہو گیا ہے کہ میں ایک غیر مرئی ہستی اور ولی ہوں ۔

ایسی صورت میں میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ میں اپنے متعلق یقین کے ساتھ کچھ کہہ سکوں ، سوائے اس کے کہ اپنی اس حیثیت سے انکار کردوں کہ میں بے وقوف نہیں ہوں (۳۳) " ۔

**اکتوبر ۱۹۳۲ء میں لندن جاتے ہوئے اور جنوری ۱۹۳۳ء کو ہسپانیہ روانہ ہونے** کے وقت اقبال نے پیرس میں مختصر مدت کے لئے قیام کیا تھا ۔ کسی ایک موقع پر انھوں نے ذیل کے اشعار کہے جن پر ,,فرانس میں لکھے گئے " کی سرخی ہے :

ڈھونڈ رہا ہے فرنگ ، عیش جہاں کا دوام
وائے تمنائے خام ، وائے تمنائے خام
پیر حرم نے کہا سن کے مری رویداد
پختہ ہے تیری فغان ، اب نہ اسے دل میں تھام
تھا اَرِنی گو کلیم ، میں اَرِنی گو نہیں
اس کو تقاضا روا ، مجھ پہ تقاضا حرام
گرچہ ہے افشائے راز ، اھل نظر کی فغاں
ھو نہیں سکتا کبھی شیوہ رندانہ عام
حلقہ صوفی میں ذکر ، بےنم وبے سوز و ساز
میں بھی رہا تشنہ کام ، تو بھی رہا تشنہ کام
عشق تری انتہا ، عشق مری انتہا
تو بھی ابھی ناتمام ، میں بھی ابھی ناتمام
آہ کہ کھویا گیا تجھ سے فقیری کا راز
ورنہ ہے مالِ فقیر ، سلطنت روم و شام (۳۴)

ھمیں اندلس میں اقبال کی تاریخ ورود معلوم نہیں مگر وھاں ان کے قیام کی مدت تین ھفتے رھی اور وہ ۲٦ جنوری ۱۹۳۳ء کو وھاں سے واپس روانہ ھو گئے تھے ۔ اس سے قیاساً کہا جا سکتا ہے کہ وہ ۵ یا

٦ جنوری ۱۹۳۳ء کو وهاں پهنچے تهے ـ انهوں نے میڈرڈ ، غرناطه اور قرطبه میں گذر کیا ـ غرناطه میں ان کی ایک تقریر کا حواله ملتا ہے جس کا موضوع ,,مغلیه هندوستان اور موری ( اسلامی ) هسپانیه کا تمدنی امتزاج مغلیه عمارات اور غرناطی عمارات اور ,,الحمرا،، کی روشنی میں ،، تها (۳۵) ـ دوسرا مقاله ,,اسپین اور تیز ذهن عالم اسلام،، کے موضوع پر تها جو میڈرڈ یونیورسٹی میں معروف محقق اور ,,اسلام اور ڈیوائن کمیڈی ،، کے مصنف پروفیسر آسن پلاکیوس کی زیر صدارت پڑھا گیا ـ ان تقاریر کا متن فی الحال دست یاب نهیں ـ تاهم پروفیسر آسن کے صدارتی کلمات کا متن همیں دست یاب ہے ـ اسپینش متن کے انگریزی ترجمے کے چند اقتباسات سے جهاں اقبال کی عظمت کی باتیں آشکار هوتی هیں وهاں حضرت علامه کے خطاب کے اشارات بهی ملتے هیں ـ پروفیسر آسن نے جو کها ، روزنامه El — Debate نے اسے رپورتاژ کے طور پر شائع کیا تها :

,,محمد اقبال ایک سیاح کے طور پر اور مکتب عرب کے هسپانوی دانشوروں سے رابطه پیدا کرنے هسپانیه میں وارد هوئے هیں ... انهوں نے اسپین اور مسلم دانشوروں کے عالم پر ، کلیه فلسفه و ادب میں جو منکلوآ میں واقع ہے ، ایک لیکچر دیا ـ جیسا که پروفیسر آسن پلاکیوس نے کها ، محمد اقبال ایک دقیق فلسفی اور اعلی درجے کے شاعر هیں ـ وه اس منتخب زمرے میں سے هیں جنهوں نے اسلامی اندلس میں پاکیزه فنون اور شاعری کے اعلی نمونے تخلیق کئے تهے ـ دانشمند قسیس نے کها که اقبال نے گاندهی اور دوسرے ممتاز هندوؤں اور مسلمانوں کے ساتھ گول میز کانفرنس کی اعلی کونسل کی نشست بهی حاصل کر رکهی ہے مگر همارا یه ملاقاتی ایک دانشور ہے، وه قومیت کے مهاتما گاندهی سے بطور سیاست دان بهی مختلف ہے ـ

اقبال کے لئے سیاست اور گول میز کانفرنس میں شرکت محض ایک اتفاقی امر ہے ـ گاندھی نے یورپی آداب زندگی سے عدم مطابقت اختیار کر رکھی ہے اور اپنا شیوہ لباس نہیں بدلا ـ اقبال نے کیمبرج (اور لندن) کی قانون کی یونیورسٹیوں (۳۶) میں تعلیم حاصل کی لہذا وہ نئے طرز کی جیکٹ تک یورپی لباس پہن لیتے ہیں ـ ان کا ممتاز نسلی نشان محض ان کی ٹوپی ہے ـ اس سفر میں ان کی بیٹی ان کے همراہ ہے ـ وہ یورپی خواتین کی طرح سفید رنگت والی ہے ـ اپنے لیکچر میں انھوں نے اندلسی دانشوروں کے مشرق بعید تک کے اثرات کا جائزہ لیا ہے ـ انھوں نے ان کے زیر مطالعہ آنے کا ذکر کیا ـ انھوں نے ابن خلدون (۳۷) کے علاوہ البیرونی ، المسعودی اور الکندی کے حوالے دئیے ـ انھوں نے اس ضمن میں کی جانے والی تحقیقات کا بھی حوالہ دیا ـ

اقبال . . . ایک ممتاز قانون دان ھیں ـ وہ اسلامی مشرق کے دور افتادہ مناطق سے روح کی صدائے بازگشت لائے ھیں ـ یہ صدا روحانی طرز پر ھمیں اندلس کے دور وسطی کی یاد دلاتی ہے ـ ... اقبال نے اپنی کتاب ,,ایران میں مابعد الطبیعات ،، میں ایرانی صوفیہ کے ان نظریات کا سراغ لگایا ہے جو مرسیہ کے صوفی ابن عربی سے مربوط ھیں ـ وہ شوپن ھار اور ھارٹمین کی طرح لاشعور کے اصول کا پیشرو رھا ہے ـ اقبال نے ابن عربی کی طرح اپنے ھنگامہ پرور فلسفیانہ نظریات کو ایک دلکش شعری کتاب ,,اسرار خودی،، کے قوالب میں کامیابی کے ساتھ ڈھالا ہے ـ اقبال ابن عربی کے بارے میں تحقیقات کے حوالے سے بتاتے ھیں کہ ھندوستان اور اندلس جو اسلامی دنیا کے دو کناروں پر واقع ھیں، ثقافت کے مورخ کے لئے ثقافتی امتزاج کی تجربہ گاھیں رھی ھیں ـ ھندوستان میں اسلامی تمدن آریائی اور

سامی عناصر سے تشکیل پذیر ہوا جبکہ اندلس میں اس کے اجزا یونانی ، رومی اور مسیحی تہذیبوں کے ساتھ ممزوج ہوئے ۔ ہندوستان میں اسلامی تمدن پنپ رہا ہے مگر اسپین میں یہ محض تاریخ تحقیق کا ایک موضوع رہ گیا ۔ اس کے باوجود دونوں دور افتادہ مراکز کے مفکر دوسرے کے ہاں کی سائنس اور فنون میں یکساں کشش محسوس کرتے ہیں » (۳۸) ۔

مسجد قرطبہ میں

علامہ اقبال کو مسجد قرطبہ کے دیکھنے کا بہت اشتیاق تھا اور مسجد کی زیارت کے بعد ان کی آتش شوق اور تیز ہو گئی ۔ اب تو وہ یہی آرزو کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ ع

دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے (۳۹)

مسجد قرطبہ سے اثر پذیری کا ذکر ان کے کئی مکتوبات اور بیانات میں موجود ہے (۴۰) ۔ اس مسجد کی پوری تفصیل یہاں لکھنا برمحل ہو گا ۔ اسے امیر عبدالرحمن الداخل نے ۷۸۶ ء میں تعمیر کروانا شروع کیا ۔ اس نے اس کی تعمیر پر اسی ہزار دینار صرف کئے تھے ۔ اس اموی خلیفہ کے بیٹے ہشام اول نے ۷۹۳ ء میں مسجد کو مکمل کروایا مگر بعد کے حکمران بھی اس کی توسیع و تزئین کا کام کرتے رہے ۔ یہ مسجد اور اس سے ملحقہ دانشگاہ مسلمانوں کی عظمت و شکوہ کا مظہر بن گئی ۔ یہ ایک مستطیل عمارت ہے ۔ طول ۵۷۰ اور عرض ۴۲۵ فٹ ہے ۔ اس کے اکیس مدخل تھے ۔ اس کا ماذنہ و مینار ، اس کی منقش سقف ، بام ، اس کے ستون ، فانوس اور منبر و محراب ، اس کا صحن ، دالان غرض ہر حصہ جمال و جلال کا مظہر تھا ۔ اس کے ستونوں کی تعداد ۱۴۱۷ بتائی جاتی ہے ۔ قرطبہ ۱۲۳۶ ء میں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا تھا ۔ اقبال غالباً پہلے مسلمان تھے

جنھوں نے کوئی سات صدیوں کے بعد ، اجازت لے کر جنوری ۱۹۳۳ء کی کسی تاریخ کو اس مسجد میں نماز پڑھی ۔ نماز پڑھنے کے بعد انھوں نے ایک منظوم دعا لکھی جو سراپا آمد ہے ۔ بال جبریل میں شامل اس ,,دعا،، کے ساتھ یہ اضافی عبارت ملتی ہے کہ ,,مسجد قرطبہ میں لکھی گئی ،، :

ہے یہی میری نماز ، ہے یہی میرا وضو
میری نواؤں میں ہے میرے جگر کا لہو
صحبت اہل صفا ، نور و حضور و سرور
سرخوش و پرسوز ہے لالہ لب آبجو
راہ محبت میں ہے کون کسی کا رفیق
ساتھ مرے رہ گئی ، ایک مری آرزو
میرا نشیمن نہیں ، درگہ میر و وزیر
میرا نشیمن بھی تو ، شاخ نشیمن بھی تو
تجھ سے گریباں مرا مطلع صبح نشور
تجھ سے مرے سینے میں آتش اللہ ھو
تجھ سے مری زندگی ، سوزو تب و درد و داغ
تو ھی مری آرزو ، تو ھی مری جستجو
پاس اگر تو نہیں ، شہر ہے ویراں تمام
تو ہے تو آباد ھیں ، اجڑے ھوئے کاخ و کُو
پھر وہ شراب کہن مجھ کو عطا کر کہ میں
ڈھونڈ رہا ھوں اسے توڑ کے جام و سبو
چشم کرم ساقیا ، دیر سے ھیں منتظر
جلوتیوں کے سبو ، خلوتیوں کے کدو
تیری خدائی سے ہے میرے جنوں کو گلہ
اپنے لئے لامکاں ، میرے لئے چار سو

فلسفه و شعر کی اور حقیقت ہے کیا

حرف تمنا جسے کہہ نہ سکیں روبرو

,,مسجد قرطبه ،، اقبال کی ایک عظیم نظم ( ترکیب بند ) ہے جس کے بارے میں شاعر نے تصریح کی ہے که یه ,,هسپانیه کی سرزمین میں بالخصوص قرطبه میں لکھی گئی ،، ۔ یه ٦۴ اشعار اردو ادب به عالمی ادب کے شاهکاروں میں شامل کئے جانے کے بھی سزاوار ھیں ۔ یه اسلامی اندلس کی سر زمین کا ھی ایک بے بدل ارمغان ھیں ۔ اقبال نے لکھا ہے که ,,مسجد قرطبه،، کو دیکھ کر انھیں جو روحانی بلندی ملی ، وہ اس سے قبل انھیں کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی ،،(۳۱) ۔ اس بلندی کی شاهد یه نظم بھی ہے ۔ هم اس پر ایک مختصر سا تبصره لکھتے ھیں ۔

نظم کے پہلے تین بند تمہیدی ھیں ۔ پہلے بند میں شاعر تغیرات زمانه کا ذکر کرتا ہے ۔ هر چیز کا مقدر ہے که زمانے کے هاتھوں جام فنا پیئے خصوصاً ناپخته و کم عیار اشیاء تو نقش ناپائدار ثابت هوتی ھیں ۔ البته مرد حق کے پرعیار اور پخته بنیاد نقوش مٹتے نہیں ۔ انھیں عشق سے تقویت ملتی ہے ۔ عشق پاکیزه جذبه عمل ہے ۔ وہ اساس حیات ہے ۔ وہ خلوص پر مبنی ایک سراپا خیر عاطفه ہے ۔ زندگی کی تاب و تب اس سے منعکس هوتی ہے :

عشق دم جبرئیل ، عشق دل مصطفی

عشق خدا کا رسول ، عشق خدا کا کلام

عشق کی مستی سے ہے پیکر گل تابناک

عشق ہے صهبائے خام ، عشق ہے کاس الکرام

عشق فقهیه حرم ، عشق امیر جنود

عشق ہے ابن السبیل ، اس کے هزاروں مقام

عشق کے مضراب سے نغمہ تارحیات

عشق سے نور حیات ، عشق سے نار حیات

تیسرے بند میں شاعر مسجد قرطبہ کو عرب شعرا کی طرح ,,حرم،، کہہ کر پکارتا ہے۔ ابن المثنی اندلسی نے کہا تھا :

بنیت للہ خیر بیت

تخرس عن و صفة الانام

حج الیہ من کل ادب

کانہ مسجد الحرام

کان محرابہ اذاما

حف بہ الرکن والمقام

یعنی : خدا کے لئے اعلی گھر بنایا گیا ہے۔ اس کی کیفیت لوگوں کی توصیف سے ماورا ہے۔ لوگ اس میں ہر سمت سے آ پہنچتے ہیں کہ گویا وہ مسجد حرام ہے۔ جب زائر اس میں جمع ہوتے ہیں ، اس کی محراب رکن اور مقام ( ابراهیم ) معلوم ہوتی ہے۔

اقبال مسجد قرطبہ کی اساس ,,عشق ،، بتاتے ہیں ۔ عشق جذبہ عمل ہے۔ اس میں خون جگر یعنی سخت محنت کی آمیزش بھی ہوتی ہے۔ شاعر کو معاً اپنی پر ذوق و شوق شاعری یاد آتی ہے جو حرم قرطبہ کی سی ایمان پرور فضا تولید کر رہی ہے۔ درود وصلوٰۃ اور سوز و گداز سے اس شاعری سے ,,خاکیوں،، کے دل سوز سے بہرہ ور ہو رہے ہیں اور ,,نوریوں،، کو اس سے ,,گداز،، مل رہا ہے۔ زبور عجم میں شاعر نے دعا کی تھی :

بضمیرم آنچناں کن کہ زشعلہ نوائے

دل خاکیاں فروزم ، دل نوریاں گدازم (۳۲)

ترجمہ : خدایا ,,میرے ضمیر کو ایسا بنا کہ میں انسانوں کے دل منور

کردوں اور فرشتوں کے قلوب پگھلا ڈالوں،، تیسرے بند میں وہ اپنے شعر کی تاثیر اور اپنے جذبات کی بلندی کی ,,تحدیث نعمت ،، کر رہے ھیں:

اے حرم قرطبہ ، عشق سے تیرا وجود
عشق سراپا دوام جس میں نہیں رفت وبود
رنگ ہو یاخشت و سنگ ، چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزہ فن کی ہے خون جگر سے نمود
قطرہ خون جگر سل کو بنایا ہے دل
خون جگر سے سدا سوز و سرور و سرود
تیری فضا دل فروز ، میری نوا سینہ سوز
تجھ سے دلوں کا حضور ، مجھ سے دلوں کی کشود
پیکر نوری کو ہے سجدہ میسر تو کیا
اس کو میسر نہیں سوز و گداز سجود
کافر ہندی ہوں میں ، دیکھ مرا ذوق و شوق
دل میں صلوٰۃ و درود ، لب پہ صلوٰۃ و درود
شوق مری لے میں ہے ، شوق مری نے میں ہے
نغمہ اللہ ہو ، میرے رگ وپے میں ہے

عبدالرحمن الداخل نے کہا ہے :

ان البناء اذا تعاظم مذرہ
اضحی یدل علی عظیم الشان (۳۲)

یعنی جب کوئی عمارت شان وشکوہ والی ہو ، تو وہ اپنے بانی کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ علامہ اقبال بعد کے تین بند مسجد کے جمال و جلال اور مرد مومن کی اعلی صفات کے بیان کے لئے مخصوص کرتے ھیں۔ ان بندوں کے کئی مصرعے مسمّط (۳۳) نظر آتے ھیں ، جیسے:

ع وہ بھی جلیل و جمیل ، تو بھی جلیل و جمیل

ع اس کے زمانے عجیب ، اس کے فسانے غریب

ع ساقی ارباب ذوق ، فارس میدان شوق

ع اس کا مقام بلند ، اس کا خیال عظیم

ع اس کی امیدیں قلیل ، اس کے مقاصد جلیل

ع نرم دم گفتگو ، گرم دم جستجو

ع کعبه ارباب فن ، سطوت دین مبیں

ع حامل ,,خلق عظیم ،، ، صاحب صدق و یقیں

بوئے یمن آج بھی اس کی ھواؤں میں ہے

رنگ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے ۔

یہ بند منظر کشی ، الفاظ کے شکوہ اور عمق معانی کے اعتبار سے تعریف و توصیف کی زد میں بھی بمشکل آتے ھیں ۔ مشتے از خروارے کے طور پر ہر بند کے چند ایسے اشعار ملاحظه ھوں جن میں سے ہر ایک پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے :

مٹ نہیں سکتا کبھی مرد مسلماں که ہے

اس کی اذانوں سے فاش سر کلیم و خلیل

ساقی ارباب ذوق ، فارس میدان شوق

باده ہے اس کا رحیق ، تیغ ہے اس کا اصیل

---

ھاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ھاتھ

غالب و کار آفریں ، کارکشا ، کارساز

نقطه پر کار حق ، مرد خدا کا یقیں

اور یہ عالم تمام ، وھم وطلسم و مجاز

---

کعبه ارباب فن ، سطوت دین مبیں

تجھ سے حرم مرتبت ، اندلسیوں کی زمیں

ہے تۂ گردوں اگر حسن میں تیری نظیر
قلب مسلماں میں ہے ، اور نہیں ہے کہیں

ساتویں بند میں شاعر مسجد کا مرثیہ پیش کرتے ھیں ۔ افسوس کہ ایسی پر عظمت مسجد صدیوں سے بے اذان و صلوٰۃ ہو گئی ۔ اقبال لوتھر کی تحریک اصلاح ، انقلاب فرانس اور مسولینی کے ھاتھوں اطالیہ کی تجدید حیات کی طرف اشارہ کرتے ھیں ۔ مسلمانوں میں کرب و اضطراب تو ہے مگر نامعلوم وہ بھی کوئی انقلاب پیدا کرنے کی اھلیت دکھائیں کہ نہیں ۔

دیدہ انجم میں ہے تیری زمیں ، آسماں
آہ کہ صدیوں سے ہے تیری فضا بے اذاں
کون سی وادی میں ہے کون سی منزل میں ہے
عشق بلاخیز کا قافلہ سخت جاں ...
روح مسلماں میں ہے آج وھی اضطراب
راز خدائی ہے یہ کہہ نہیں سکتی زباں
دیکھئے اس بحر کی تہ سے اچھلتا ہے کیا
گنبد نیلو فری رنگ بدلتا ہے کیا

آخری آٹھویں بنـــد میں اقبال قرطبہ کے معروف دریا وادی الکبیر[۳۵] کے کنارے کھڑے مسلمانوں کے ماضی ، حال اور مستقبل کا سوچتے ھیں اور ہر دور کے اپنے مخاطبین کو انقلاب ، احتساب عمل اور محنت و جگر کاری کا درس دیتے ھیں :

آب رواں کبیر ، تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب ...
جس میں نہ ہو انقلاب ، موت ہے وہ زندگی
روح امم کی حیات ، کشمکش انقلاب

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں ، اپنے عمل کا حساب
نقش ہیں سب ناتمام ، خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام ، خون جگر کے بغیر

پروفیسر ڈاکٹر سید محمد یوسف مرحوم نے ، عبدالرحمن الداخل اور اقبال کے عنوان سے اپنے ایک مقالے کا آغاز اس طرح کیا ہے :

,,اقبال نے اپنی بابت کہا تھا ع .

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے (۳۶)

اقبال شناسی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مشرق و مغرب کے میخانے دیکھے جائیں ، کسی عظیم فلسفی اور شاعر کی شخصیت کے ابعاد متعین کرنے کے لئے سب سے پہلے ہمیں اس کی ثقافت سے اعتنا کرنا چاہیے ۔ جب ہم ان علوم و آداب میں گہرے اتریں گے جو ایک مفکر کو عزیز تھے تب ہی ہم اس فکر کے سوتوں کا سراغ لگا سکیں گے اور دیکھ سکیں گے اس نے کن کن عناصر کو ترتیب دے کر اپنے تصورات کی دنیا تخلیق کی ۔ بالخصوص شاعر کی حیثیت سے اقبال کی تلمیحات ، اشارات رموز اور اسالیب بیان تو مشرقی آداب ہی سے مستعار لی ہوئی ہیں ۔ مغربی آداب سے جو تاثرات لئے تھے انہیں روایت میں ڈھالنا بھی اسی بدولت ممکن ہوا کہ مشرقی آداب پر پوری قدرت تھی ،،(۳۷) ۔

,,اندلس اور علامہ اقبال ،، ایک ممتد موضوع ہے ۔ راقم نے اس مقالے میں اس کے اشارات فراہم کر دیئے ہیں ۔ تاہم ایک بحث توجہ طلب ہے کہ اندلسیوں کی فکر اسلامی مشرقی مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ جاندار رہی کیونکہ اندلسی عجمی اثرات سے دور اور مبرا رہے ۔ اپنے ایک مقالے ,,اسلام اور تصوف ،، میں علامہ مرحوم نے لکھا ہے :

,,مسلمانان اندلس ارسطوئی عاطفے سے آگاھی کے باعث مغربی اور وسطی ایشیا کے ضعف انگیز اثرات فکر کے دائرے سے باھر تھے۔ وہ ایشیا کی مسلم قوموں کے مقابلے میں روح اسلام سے قریب تر تھے۔ ان قوموں نے عربی اسلام کو عجمی تخیلات سے ملون کر دیا اس حد تک کہ وہ اپنی حقیقی اور اصل حقیقت سے یکسر محروم ھوتے گئے،،(۳۸) ۔ گویا اندلس کے مسلمان اصل (عربی) اسلام سے وابستہ رھے ۔ چنانچہ اندلسی مصنیفین کی دینیاتی کتب سے اس امر کے شواھد پیش کئے جا سکتے ھیں ۔

## مصادر اور توضیحات


۱ ۔ The Legacy of Islam طبع ۱۹۶۵ء مقالہ از J. B. Trend اسپین اور پرتگال ص ۱ تا ۵ ۔

۲ ۔ قرآن مجید ۹۲ : الانبیاء ۔

۳ ۔ بانگ درا ، کلیات اقبال اردو ، لاھور ۱۹۷۳ء و بعد ( شیخ غلام علی اینڈ سنز ) صفحہ ۱۹۵ ۔

۴ ۔ نفح الطیب فی غصن الاندلس الرطیب : مطبوعہ کتاب کی آٹھ جلدیں ھیں ۔ آٹھویں جلد اشاریے کی ہے ، بیروت ۱۹۶۸ء ۔

۵ ۔ تاریخ اسلام حصہ سوم مولفہ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ، فیض اکیڈمی ، کراچی طبع یازدھم ، ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۰ ۔

۶ ۔ پیام مشرق ، کلیات اقبال فارسی ، لاھور ۱۹۷۳ء و بعد ( شیخ غلام علی اینڈ سنز ) صفحہ ۱۲۹ ۔

۷ ۔ مقالات اقبال مرتبہ سید عبدالواحد و محمد عبداللہ قریشی طبع دوم لاھور ۱۹۸۲ء ( آئینہ ادب ) ص ۲۱۲ مقالہ : اسرار خودی ۔

۸ ۔ قرآن مجید ۸۹ : الانبیاء ۔

۹ ۔ بال جبریل ، کلیات اقبال ، اردو صفحہ ۳۹۷ ۔

۱۰ ۔ تاریخ المقری : نفح الطیب ... جلد ۳ ص ۵۴ ۔

۱۱ ۔ بال جبریل ، کلیات اقبال ، اردو صفحہ ۳۹۳ ، ۳۹۵ ۔

۱۲ ۔ کتاب العبر ... جلد ۳ : مسلمانوں کے سائنسی کارنامے ، اندلس میں از ڈاکٹر محمد طفیل ھاشمی صفحہ ۵۶ لاھور ۱۹۸۳ء ۔ نیز ایران و ھندوستان کا اثر جرمنی کی شاعری پر نوشتہ آرتہ ایف جے رے بی مترجم ڈاکٹر ریاض الحسن پاک جرمن فورم کراچی ۱۹۷۳ء : دیباچہ از مترجم ۔

۱۳ ۔ یہ حاکم یوسف بن تاشفین ھی تھا جو بنی عباد کی نااھلی سے تنگ آ گیا تھا ۔ معتمد ، اغمات ( مراقش ) میں قید کیا گیا تھا ۔

۱۴ ۔ تاریخ المقری یعنی نفح الطیب .. ج ۳ صفحہ ۲۷۵ ۔

۱۵ ـ اصل مرثیه گو ابن عبدون تھا ـ ابن بدران/ ابن بدرون نے اس مرثیے کی شرح کی ہے ـ
۱۶ ـ بانگ درا ، کلیات اقبال ، اردو صفحه ۱۳۳ ـ ۱۳۴
۱۷ ـ بال جبریل ، ایضاً صفحه ۳۹۵ ، ۳۹۶
۱۸ ـ اقبال نے تسامحاً اسپین لکھا ہے ۔ حالانکه شمالی افریقه صحیح ہے ـ
۱۹ ـ تشکیل جدید الٰهیات اسلامیه ترجمه سید نذیر نیازی ، بزم اقبال لاهور طبع دوم ۱۹۸۳ء صفحه ۲۴۸ ـ
۲۰ ـ دیکھیں ماهنامه فکرونظر اسلام آباد بابت اپریل ۱۹۷۰ء ، مئی ۱۹۷۰ء میں راقم کا مقاله ـ
۲۱ ـ بال جبریل ، کلیات اقبال ، اردو صفحه ۳۹۰ ، ۳۹۱
۲۲ ـ بانگ درا ، کلیات اقبال ، اردو صفحه ۱۳۶
۲۳ ـ مثنوی مسافر ، کلیات اقبال ، فارسی صفحه ۸۸۰
۲۴ ـ نقش پیامبران در تمدن انسان از فخر الدین حجازی تهران ( طبع دوم ) انتشارات بعثت ۱۳۵۲ ش /۱۹۷۳ء صفحه ۱۶۶ تا ۱۷۰
۲۵ ـ ایضاً صفحه ۱۷۹ ، ۱۸۰
۲۶ ـ اسپینش متن ۱۹۱۹ ء میں میڈرڈ میں شائع هوا اور انگریزی (ملخص) ۱۹۲۶ء میں لندن میں ـ
۲۷ ـ جرجی زیدان : تاریخ تمدن ج ۳ ـ
۲۸ ـ نیز ملاحظه هو ، تاریخ ادبیات عرب از دکتر بهروز تبریز یونیورسٹی ۱۳۵۹ ش /۱۹۸۰ء ص ۳۰۲ تا ۳۰۴ ـ
۲۹ ـ قرآن مجید ۴۲ : ۳۰ ( منجمله آیات )
۳۰ ـ نقش پیامبران درتمدن انسان صفحه ۲۰۲ بحواله ارنست رینان ، ابن رشد و ابن رشدیت (فرانسیسی متن) ـ
۳۱ ـ ایضاً بحواله ( ڈوزی ) صفحه ۲۶۰ ـ
۳۲ ـ بال جبریل ، کلیات اقبال ، اردو صفحه ۳۲۸ ، ۳۲۹ ـ
۳۳ ـ لیٹرز اینڈ رائٹنگز آف اقبال صفحه ۱۰ ، ۱۱ ـ
۳۴ ـ بال جبریل ، کلیات اقبال ، اردو صفحه ۳۵۴ ـ
۳۵ ـ حیات اقبال کے چند مخفی گوشے از محمد حمزه فاروقی لاهور ۱۹۸۸ء ( اداره تحقیقات دانشگاه پنجاب ) صفحه ۱۹۱ ـ
۳۶ ـ کیمبرج میں فلسفه اور لندن یونیورسٹی میں قانون پڑھا تھا ـ
۳۷ ـ متن میں ابن جیدون ـ
۳۸ ـ بشیر احمد ڈار مرتب : لیٹرز اینڈ رائٹنگز آف اقبال ، طبع دوم اقبال اکادمی لاهور ۱۹۷۷ء ص ۷۷ تا ۷۹ ـ
۳۹ ـ بانگ درا ، کلیات اقبال اردو صفحه ۲۱۴ ـ پورا شعر یوں ہے :

محروم تماشا کو پھر دیدہ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے ، اوروں کو بھی دکھلا دے

۴۰ ـ بنام شیخ محمد اکرام ، بنام مولانا غلام رسول مهر اور بنام ڈاکٹر جاوید اقبال : خطوط اقبال صفحه ۱۹۲ ، ۲۲۳ ، انوار اقبال مرتبه بشیر احمد ڈار ( اقبال اکادمی ) ۱۹۶۸ء صفحه ۱۰۳ ،

۱۰٦ نیز حیات اقبال کے چند مخفی گوشے صفحہ ۱۹۰ تا ۱۹۷ ۔

۳۱ ۔ اقبال نامہ، ج ۲ لاہور ۱۹۵۱ء صفحہ ۳۲۱، ۳۲۲ : مکتوب بنام ( ڈاکٹر ) شیخ محمد اکرام ۔

۳۲ ۔ زبور عجم (حصہ اول)، کلیات اقبال ، فارسی صفحہ ۳۰۹ ۔

۳۳ ۔ اورینٹل کالج میگزین ، اقبال ۱۹۸۱ء ، ص ۱۲ مقالہ از پروفیسر مرزا محمد منور ، اسی طرح اقبال نے بھی مسجد قرطبہ کو مخاطب کر کے فرمایا :

تیرا جلال و جمال ، مرد خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل ، تو بھی جلیل و جمیل

۳۴ ۔ مسمط ، تسمیط ( : پرونا ) سے بنا ہے ۔ اس صنف سخن میں مصرع کے عموماً دو اجزا ہم وزن ہو جاتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ شکوہ مند الفاظ ان اجزا کی صورت میں بہتر پرونے ہونے دکھائی دیں گے ۔ ان میں عروضی وزن کا بھی عمل دخل ہوتا ہے ۔ اقبال کی نظم ,,ذوق و شوق ،، دیکھیں جو اس طرح آغاز پذیر ہے :

قلب و نظر کی زندگی، دشت میں صبح کا سماں
چشمہ آفتاب سے نور کی ندیاں رواں
حسن ازل کی ہے نمود ، چاک ہے پردہ وجود
دل کے لیئے ہزار سود ، ایک نگاہ کا زیاں
آگ بجھی ہوئی ادھر ، ٹوٹی ہوئی طناب ادھر
کیا خبر اس مقام سے گذرے ہیں کتنے کارواں

۳۵ ۔ آج کل اس کا نام ہے : GUADALQUIUER ۔

۳۶ ۔ بال جبریل ، کلیات اقبال اردو صفحہ ۳۱۵ ۔ پورا شعر حسب ذیل ہے :

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے
یہاں ساقی نہیں پیدا ، وہاں بے ذوق ہے صہبا

۳۷ ۔ مجلّہ اقبال ، ( سہ ماہی ) بزم اقبال ، لاہور ، اکتوبر ۱۹٦۸ء ۔

۳۸ ۔ ماخوذ از مجلہ نیو ایرا ( انگریزی) جولائی ۱۹۱۷ء : مقالات اقبال صفحہ ۲۰۲ ۔

★★★